آؤ مل کر کام کریں
فرض تعلیم عام کریں
خیر الناس من ینفع الناس
لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کیلئے نفع کا باعث ہو
(حدیث)
خطبہ جمعۃ المبارک
خصوصی کاوش
جماعت علماء اہلسنت لاہور
رابطہ نمبر
0308-0453730, 0321-7268527, 0321-7268528

قبلہ اول

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَ تَبَارَکَ فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُ الْکَرِیْمُ الرَّؤُوْفُ الرَّحِیْمُ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَامَحْبُوْبَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

برادران اسلام!

کوئی بھی شخص یامؤرخ یقین سے نہیں بتا سکتا کہ فلسطین میں آباد ہونے اور بسنے والا پہلا کون شخص تھا اور کب سکونت اختیار کی مگر کچھ اشاروں اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ آٹھویں صدی قبل مسیح میں کچھ آثار اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہاں ایک علاقہ آباد ہوا جس کو موجودہ دور میں "اریحا شہر" کے نام سے جانا جاتا ہے۔اسی بناء پر مؤرخین اسے سب سے پرانا شہر قرار دیے ہیں۔

آٹھویں صدی قبل مسیح میں کچھ آثار اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہاں ایک علاقہ آباد ہوا جس کو موجودہ دور میں "اریحاشہر" کے نام سے جاناجاتاہے۔اسی بناء پر مؤرخین اسے سب سے پرانا شہر قرار دیتےہیں۔"لغة عبرانية ، وهي مدينة الجبارين في الغور من الارض الاردن بالشام... یہ عبرانی لغت ہے اور یہ شام کی سرزمین پر اردن کی کھائی میں جبارین کا شہر ہے۔۔۔ اس کے نام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اریحابن مالک بن ارفحتند بن سام بن نوح کے نام پر رکھا گیا) فلسطین میں آنے والے سب سے پہلے لوگ کنعانی تھے اور ایک دوسری قوم جنہیں اموری کہا جاتا ہے۔وہ لوگ تھے جو کہ جزیرہ عرب سے ہجرت کرکے آئے اور فلسطین میں آباد ہوئے۔ جزیرۃ العرب سے آنے والے قبائل سے اسلام قبول کیا اور جب یہاں اسلام آیاتوان لوگوں کی زبان بھی عربی ہوگئی۔

فلسطین میں آنے والے انبیاء میں سب سے پہلے نبی "حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔

وروى ابن عساكر من طريق هشام بن عمار..... عن ابن عباس قال: ولد ابراهيم بغوطة دمشق في قرية لها برزة في جبل يقال له: قاسيون"(ابن عساکرنے ہشام بن عمار کے طریق روایت کی ہے.... ابن عباس (رضی اللہ عنہ) فرماتے

ہیں کہ حضرت ابراہیم غوطہ دمشق میں قاسیون کے پہاڑی علاقے میں برزہ بستی میں پیدا ہوئے۔) دنیا میں سب سے پہلے بیت اللہ کی تعمیر کی گئی پھر اس کے بعد بیت المقدس (مسجد اقصی) کی جیسا کہ بہت ساری روایات اس بات کی مصدق ہیں۔

"قَالَ سَمِعْتُ ابا ذر (رضی الله عنه) قَالَ: قُلْتُ يا رسولَ اللهِ، أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ أَوَّلَ؟ قَالَ : الْمَسْجِدُ الحَرامِ ، قالَ: قُلْتُ ثُمَّ اىٌّ، قَالَ: المسجدُ الْأَقْصَى، قلتُ كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا، قَالَ: ارْبَعُونَ سنةً ثُمَّ اينَمَا ادْرِكْتَكَ الصلاةُ بعْدُ فصلهِ فَإِنَّ الفَضْلَ فِيهِ (صحیح بخاری، ج۲، رقم ۳۳۶۶)

(ابوذر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کون سی مسجد سب سے پہلی زمین پر بنائی گئی؟ تو فرمایا کہ "مسجد حرام" فرماتے ہیں کہ میں نے پھر کہا کہ اس کے بعد کونسی؟ تو فرمایا کہ مسجد اقصٰی" میں نے کہا کہ ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ رہا؟ فرمایا کہ چالیس سال کا پھر تمہیں جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے تو نماز ادا کرلو اس لیے کہ اس میں فضیلت ہے۔)

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے تعمیر ہونے والا گھر بیت اللہ ہے جس کی تعمیر نو حضرت ابراہیم و اسماعیل نے کی تھی اور اس بیت اللہ کے 40 سال بعد بیت المقدس کی بنیاد رکھی گئی تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم نے ہی فلسطین میں اس کی بنیاد رکھی لیکن تاریخ کے شواہد پتہ چلتا ہے کہ یہاں اس کا کوئی نام ونشان باقی نہیں رہا تھا تو حضرت داؤد چاہتے تھے کہ اس جگہ ایک عبادت گاہ بنائیں اور انہوں نے اس کا عزم بھی کر لیا لیکن یہ سعادت ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیل کے حصہ میں آنی تھی اس لیے اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے ہی حضرت داؤد جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ حضرت سلیمان کے بارے میں آتا ہے: انہوں نے تخت نشینی سے تقریباً اڑھائی سال بعد یروشلم کی ایک پہاڑی موریا پر اس مقدس عمارت کی بنیاد رکھی تورات کے بیان کے مطابق ساڑھے سات سال میں یہ مکمل ہوئی۔ یہی مقام ہے جس کو یہودی ہیکل کہتے رہے، جب یہ مسلمانوں کے قبضے میں آیا تو اس کا نام بیت المقدس قرار پایا یعنی پاک گھر جو صرف خدا کی عبادت کے لیے بنایا گیا تھا (انوارالانبیاء، ص ۱۱۶) اللہ تعالیٰ نے 571ء میں نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا کیونکہ اس سے پہلے کا دور جاہلیت کا تھا۔ عیسائی بھی تثلیث کے قائل ہو چکے تھے اور عربوں میں بت پرستی عام تھی۔ اور یہودی حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا قرار دیے ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد ان تمام برائیوں کو مٹانا اور کائنات میں اللہ رب العزت کی وحدانیت کا اقرار کروانا تھا۔ لیکن جب نبی ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز کیا تو سب لوگ آپ ﷺ کے مخالف ہو گئے اور طرح طرح سے حضور ﷺ کو اذیتیں دینا شروع کر دیں۔ پھر نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی نے آسمانوں کی سیر اور اپنے سے ملاقات کیلئے بلا لیا جس کو اصطلاح میں "سفر معراج" کہا جاتا ہے۔

ارض مقدسہ کے فضائل قرآن کی روشنی میں

نبی کریم ﷺ کے سفر معراج کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الاسراء)

پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دور کی اُس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے، تا کہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔) اسی سفر میں پہلے نبی کریم ﷺ کو بیت المقدس تک بھی لایا گیا جہاں تمام انبیاء کرام نے نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

2-موسیٰ کا اپنی قوم سے خطاب نقل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يُقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خٰسِرِينَ "(المائدہ)

(اے میری قوم والو! اس مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نام لکھ دی ہے اور اپنی پشت کے بل روگردانی نہ کرو کہ پھر نقصان میں جا پڑو)

امام ضحاک فرماتے ہیں کہ ارض مقدسہ' سے مراد ایلیا اور بیت المقدس ہے۔(معالم التنزیل،ج۳،ص۳۵)

3-حضرت موسیٰ کا قصہ ذکر کرتے ہوئے سورۃ القصص میں فرمایا:

فَلَمَّا آتَاهَا نُودِيَ مِن شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يَا مُوسَى إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ "(القصص)

(پس جب وہاں پہنچے تو اس بابرکت زمین کے میدان کے دائیں کنارے کے درخت میں سے آواز دیئے گئے کہ اے موسیٰ! یقیناً میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔)

امام بغوی فرماتے ہیں:

"جعلها مباركة لان الله كلّم موسى هناك وبعثه نبيا، وقال عطاء: يريد المقدسه" (معالم التنزیل،ج۶،ص۲۰۶)

(اسے مبارک قرار دیا ہے اس لیے کہ اللہ تعالی نے یہاں موسیٰ سے کلام کیا اور انہیں نبی بنایا۔ اور عطاء فرماتے ہیں کہ اس مبارکہ سے مراد مقدسہ ہے۔)

فضائل قبلہ اول احادیث کی روشنی میں

ارض فلسطین (شام) چونکہ ہمیشہ سے مقدس ومبارک سرزمین رہی ہے۔ انبیاء سابقہ کا کسی نہ کسی طرح تعلق بھی سرزمین شام کے ساتھ رہا ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اگرچہ پیدا مکہ میں ہوئے اور تقریبا تمام زندگی مکہ ومدینہ میں رہے مگر ارض فلسطین اور مبارک سرزمین کے ساتھ دلی وابستگی اور انس، نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ بہت ساری احادیث میں خاتم النبیین ﷺ نے شام کا تذکرہ فرمایا ہے۔

1-امام ترمذی ایک روایت میں فرماتے ہیں:

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ : كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ نُوَلِّفُ الْقُرْآنَ مِنَ الرِّقَاعِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم طُوبَى لِلشَّامِ ، فَقُلْنَا : لِأَيِّ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ لِأَنَّ مَلَائِكَةَ الرَّحْمَنِ بَاسِطَةٌ أَجْنِحَتَهَا عَلَيْهَا "(ترمذی)

(زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس کاغذ کے ٹکڑوں پر قرآن کو لکھ رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو شخبری ہے شام کیلئے، تو ہم نے کہا کہ یارسول ﷺ کس لیے؟ تو فرمایا کہ اس لیے کیونکہ رحمن کے فرشتے اس پر اپنے پر بچھائے ہوئے ہیں)

2-حاکم نے اپنی مستدرک میں ایک روایت بیان کی ہے:

"أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: الشَّامُ صَفْوَةُ اللهِ مِن بِلَادِهِ يَسُوقُ إِلَيْهَا صَفْوَةُ عِبَادِهِ مِنَ الشَّامِ إِلَى غَيْرِهَا فَبِسَخَطِهِ وَمَنْ دَخَلَ مِنْ غَيْرِهَا فَبِرَحْمَتِهِ"(مستدرک) کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شام اللہ کی منتخب کردہ زمین ہے اس کے ملکوں میں سے، وہ اپنے چنے ہوئے بندوں کو اس کی طرف لے کر جاتا ہے۔ تو جو شخص شام سے کسی اور جگہ کیلئے نکلا تو وہ اس کی ناراضگی میں ہے اور جو کسی اور جگہ سے شام میں آیا تو وہ اللہ کی رحمت میں ہے۔)

3-بخاری شریف کی روایت ہے:

عَن أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَثَةِ مَسَاجِدِ الْمَسْجِدُ الحَرَامُ، وَمَسْجِدُ الرَّسُولِ وَمَسْجِدُ الْأَقْصَى " (صحیح بخاری، رقم۱۱۸۹،)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کجاوے نہ باندھے جائیں (یعنی سفر نہ کیا جائے) مگر تین مسجدوں کی طرف، ایک مسجد حرام، دوسرے مدینہ کی مسجد نبوی، تیسری مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس)

4سنن ابن ماجہ کی روایت ہے:

عَنْ مَيْمُونَةَ مَوْلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفْتِنَا فِي بَيْتِ الْمُقْدِسِ، قَالَ: أَرْضُ الْمَحْشَرِ وَالْمَنْشَرِ ائْتُوهُ فَصَلُّوا فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاةً فِيهِ كَأَلْفِ صَلَاةٍ فِي غَيْرِهِ"(ابن ماجہ، رقم۱۴۰۷)

(حضرت میمونہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! ہم کو بیت المقدس کا مسئلہ بتایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تو حشر و نشر کی زمین ہے، وہاں جاؤ اور نماز پڑھو، اس لیے کہ اس میں ایک نماز دوسری مسجدوں کی ہزار نماز کی طرح ہے)

مرکز علم

مسجد اقصیٰ تمام ادوار میں ہی ایک اہم مرکز رہی ہے حتیٰ کہ تمام عالم اسلام کے علمی مراکز میں سے سب سے بڑا علمی مرکز ہے۔ یہ فلسطین کا پہلا اسلامی مرکز ہے۔ حضرت (عمر رضی اللہ عنہ) کے القدس کو فتح کرنے کے بعد ان کے ساتھ اور ان کے علاوہ بھی صحابہ کرام (عمر رضی اللہ عنہ) کی ایک بڑی جماعت نے حصولِ علم اور نشر و اشاعت دین کیلئے یہاں کا رخ کیا۔ خصوصاً

پانچویں صدی ہجری میں مسجد اقصیٰ کو علم حدیث اور فقہ کی وجہ سے اہمیت حاصل رہی ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ عربی لغت میں نحو، صرف اور ادب بھی قابل بیان ہیں اس وقت مدرسین اپنے اس عمل پر بالکل بھی اجرت لینا جائز نہیں سمجھتے تھے بلکہ صرف اللہ کی رضا کی خاطر اور ثواب کی نیت سے تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ مسجد اقصیٰ میں تعلیم اور تدریس کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا سوائے صلیبی قبضہ کے دورانیہ کے جو کہ 492ھ سے 583ھ تک کا دور ہے۔

صلاح الدین ایوبی بیت المقدس کو فتح کرنے کے بعد اس کی علمی حیات کو دوبارہ سرگرم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے مسجد کیلئے ایک امام کو مقرر فرمایا اور اس کی دیکھ بھال کیلئے ایک شخص کا انتظام کیا۔ اس طرح یہ مسجد دوبارہ سے القدس کے آسمان میں چمکنے لگی۔ اور پھر علماء کی جماعت اس میں نماز ادا کرنے اور دینی علوم کی تدریس کیلئے دوبارہ سے حاضر ہونے لگی۔ صلاح الدین ایوبی خود بھی ان علماء سے ملتے ان سے حسن سلوک سے پیش آتے اور ان کی مجالس میں شرکت فرماتے۔

چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں مدارس کا قیام عمل میں آنے لگا اور مسجد اقصیٰ میں علم کے حلقے مسلسل لگنے لگے یہاں تک کہ یہ حلقے مغربی حصے تک بھی پہنچ گئے جبکہ کچھ حلقے اقصی کی دیواروں کے اندر رتھے۔ نویں صدی ہجری میں مسجد اقصیٰ اپنے اساتذہ، طلباء فقہا اور علمی دوڑ کی وجہ سے ایک بڑی تعلیم گاہ بن گئی اور سینکڑوں مدرسین کو ان کے اسباق کیلئے جگہ دی گئی۔ مدرسین اور دیگر عملے کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر کی گئیں جو کہ مسجد کے اوقاف سے دی جاتی تھیں۔ عثمانی عہد میں علمی تحریک کچھ کمزور پڑی تو لوگوں نے جامع الازہر کی طرف جانا شروع کر دیا لیکن پھر بھی مسجد اقصیٰ میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پایا۔

بیسویں صدی عیسوی میں اور برطانوی دور کے دوران پرانے مدارس کو بحال کرنے کی کوشش کی گئی۔ مگر برطانوی حکومت نے اس منصوبے پر عمل نہ ہونے دیا۔ آئندہ بھی یہی امید کی جاتی ہے کہ ایک دن ضرور آئے گا جب قدیم مدرسوں کو بحال کیا جائیگا اور تعلیم کا سلسلہ دوبارہ جوڑا جائیگا جس کی بنیاد ہمارے اسلاف نے ڈالی تھی۔

مسجد اقصیٰ کے مدارس

القدس کی تاریخ میں محققین کو ایوبی دور سے پہلے کے مدارس نہیں ملے سوائے ایک مدرسہ کے جس کی بنیاد فاطمیوں نے ڈالی تھی، خاص طور پر اس لیے کہ علمی مجالس مساجد اور علماء کے گھروں میں ہی منعقد ہوتی تھیں۔ مگر باقاعدہ مدارس صلاح الدین ایوبی کے مسجد اقصی کو آزاد کرالینے کے بعد سن 583 ہجری میں شروع ہوئے۔ اس لحاظ سے مسجد اقصیٰ کی یہ آزادی بڑے سیاسی اور علمی انقلاب لے کر آئی۔

ایک ترک سیاح نے 1670ء میں القدس کا دورہ کا کیا تو اس نے کہا کہ القدس میں 240 محراب، حدیث کیلئے 7 منزلیں اور قرآن کیلئے دس منزلیں ہیں۔ بنین کیلئے 40 مدرسے اور صوفیاء کیلئے 70 تکیہ گاہیں ہیں۔

"ولما زار السائح الترکی (اولیا جبلی بن درویش) سنة1670م القدس قال: وفی القدس مئتان واربعون محرابا (مصلی) وسبع دور للحدیث وعشر دور للقرآن واربعون مدرسة للبنین وتکایالسبعین طریقة صوفیة "(مدارس القدس ومکتباتہا، ص۲۱)

جن میں مدرسہ الصلاحیۃ باب الاسباط کے پاس مشرقی دیوار سے چند میٹر کے فاصلے پر واقع تھا۔ایک زمانے میں اس جگہ ایک رومی کنسیہ تھاجو کہ مریم (علیہا السلام) کی والدہ حصّہ اور ان کے شوہر کا گھر تھا۔ جب صلاح الدین ایوبی نے القدس کو فتح کیا تو انہوں نے علماء سے مشورہ کیا کہ یہاں فقہاء شافعیہ کا ایک مدرسہ اور صوفی صالحین کیلئے ایک رباط بنایا جائے۔ اور ان کے مشورے پر سلطان صلاح الدین نے مدرسہ بنادیا۔

" بسم الله الرحمن الرحیم وما بکم من نعمة الله فمن الله - هذه المدرسة المبارکه وقفها مولانا الملك الناصر صلاح الدنیا والدین --- علی الفقهاء مناصحاب الامام ابی عبدالله محمد بن ادریس الشافعی (رضی الله عنه) سنة ثمان وثمانین وخمس مئة "(المفصل فی تاریخ القدس، ج۱، ص۲۳۶)

(شروع اللہ کے نام سے جو بڑامہربان نہایت رحم والاہے۔اور جو بھی نعمتیں ہیں وہ اللہ رب العزت کی طرف سے ہیں۔یہ مبارک مدرسہ جس کو مولاناسلطان الناصر دنیاودین کی اصلاح چاہے انہوں نے اسے امام ابو عبد اللہ محمد بن اور میس الشافعی کے فقہاء کیلئے وقف کیاسن 588ہجری میں۔)

مدرسۃ النحویۃ(اس مدرسہ کو بادشاہ "عیسیٰ بن عادل" نے قائم کیا 604ہجری میں۔یہ قبلہ کی مغربی جانب صحن صخرہ کی طرف واقع ہے ملک عیسیٰ اس میں امام سیبویہ کی کتاب پڑھایا کرتے تھے۔اس کے علاوہ دیگر کافی مدارس بنائے گئے تھے۔

دیگر مدارس میں پڑھائے جانے والے علوم مسجد اقصیٰ میں پڑھائے جانے والے علوم کچھ مختلف نہیں تھے۔مسجد اقصیٰ میں پڑھائے جانے والے علوم میں قراءات، حدیث، تفسیر، فقہ وغیرہ اور علم لسانیہ مثلاً لغت ، ادب، بلاغہ، عروض وغیرہ اور علم تاریخ،علوم منطق،علوم ریاضی،میقات،تصوف وغیرہ سب شامل تھے۔

علوم شریعہ

علوم شریعہ میں سے قرآت،حدیث اور تفسیر کی تعلیم یہاں دی جاتی تھی۔

قرآت

بہت سی کتابیں ہیں جنہیں علماء نے پڑھنے پڑھانے کی طرف توجہ مرکوز کی مثلاً التیسیر فی قراءات السبع،الکتر فی القراءات العشر، کفایۃ الکبری- علم قراءات پر مشتمل کتابوں میں سے زیادہ اہم اور زور دی جانے والی کتابوں میں "الشاطبیہ" بھی شامل ہے۔

کچھ قرآتیں دوسری قراآتوں سے زیادہ عام تھیں مثلاً ابن کثیر کی قرات اور ابو عمرو کی قرآت۔اور عاصم کی قراآت بھی تقریباً

انہی کی طرح عام تھی۔ جبکہ دوسری کچھ قراآتیں مثلا نافع کی قراآت اور حمزہ کی قراءت اتنی عام اور زیادہ پڑھائی جانے والی نہیں تھیں۔

حدیث

محدثین عام طور پر حدیث کی بڑی اور اہم کتابوں کو پڑھنے اور پڑھانے پر زور دیتے تھے۔ خاص طور پر صحاح ستہ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

صحیح البخاری، صحیح مسلم، سنن الترمذی، سنن النسائی، سنن ابی داوٗد، سنن ابن ماجہ

تفسیر

علماء کرام بیت المقدس میں بہت سی کتب تفسیر کی تعلیم پر بھی خاصی توجہ دیتے تھے مثلاً:

"الكشاف عن حقائق التنزيل"، "معالم التنزيل في التفسير"، "مفاتح الغيب" "تفسیر الامام احمد بن یوسف الکواشی"، "انوار التنزيل واسرار التاويل" "تفسیر کواشی" کی بھی بیت المقدس میں تدریس ہوتی تھی۔ اور اس کا ایک نسخہ بیت المقدس میں بھی بھیجا گیا جس طرح کہ مکہ اور مدینہ میں بھیجا گیا تھا۔ (مفتاح السعادہ ومصباح السیادہ، ج۲، ص ۹۲)

فقہ

علماء نے فقہ کی بہت سی اہم کتب کی تعلیم و تدریس پر توجہ دی اور اس کی نمائندگی چاروں مکاتب فکر (مذہب حنفی، مذہب شافعی، مذہب حنبلی، مذہب مالکی کی کتابوں میں کی گئ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

مذہب حقی کی کتب میں "الجامع الكبير في الفروغ" "مختصر القدوری" "الھدایۃ"، "کنز الد قائق" کی تدریس پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔

جبکہ مذہب شافعی کی کتب مشہورہ مثلاً مختصر المزنی، التنبیہ في فروع الشافعیۃ، الحاوی الصغیر فی الفروع، منھاج الطالبین کی تدریس کی جاتی تھی۔ "الارشاد فی فروع الشافعیۃ" اس پر مدرسۃ الصلاحیۃ کے شیخ کمال الدین بن ابی شریف نے توجہ دی۔ اور عبد القادر بن محمد بن عثمان المارديني نے ان پر اسے پڑھایا۔ (المدارس فی بیت المقدس، ج۱، ص ۵۵)

مذہب مالکی میں "المدونۃ فی فروع المالکیۃ" (مذہب مالکی کی روشن کتاب)، "الرسالۃ" (فقہ مالکی کی معتمد علیہا کتاب) کی عام طور پر تدریس ہوتی تھی۔

مذہب حنبلی کی کتب میں سے مختصر الخرقی، المتع، المغنی، وغیرہ کو پڑھایا جاتا تھا۔

علوم لغت

لغت عربیہ کا علم بھی اپنے اندر بڑی دلچسپی اور توجہ لیے ہوئے ہے۔ عربی کیلئے مسجد اقصیٰ میں خصوصی مدرسہ بنایا گیا تھا جو کہ "مدرسہ نحویہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اور ایسا نہیں ہے کہ لغت عربی صرف مدرسہ نحویہ میں ہی سکھائی جاتی تھی کیونکہ

دوسرے مدارس مثلاً مدرسہ صلاحیہ، مدرسہ معظمیہ، مدرسہ باسطیہ، مدرسہ عثمانیہ وغیرہ میں بھی اسے پڑھایا جاتا تھا۔ علماء نے لغت کی بہت سی کتابوں پر خصوصی توجہ دی ہے خصوصاً نحو و صرف کی کتب۔ حتیٰ کہ لغت کے علماء کی ایک جماعت بن گئی۔ اور لغت کے علم کیلئے اہتمام اور اس کی اہمیت کا اندازہ بھی اسی بات سے ہو جاتا ہے کہ ایک باقاعدہ جماعت تیار ہو گئی تھی جس کو " نحوي بيت المقدس "کہا جاتا ہے۔ لغت کی مشہور اور بڑی کتب جن کی تدریس و تعلیم بیت المقدس میں ہوتی تھی ان میں امام سیبویہ کی "الکتاب"، اصلاح المنطق، کتاب الایضاح وغیرہ کی مدرسہ محویہ میں تدریس ہوتی تھی۔

"النحوية— كان يدرس فيها الكتاب لسيبويه"(خطط الشام، ج۶، ص۱۱۷)

اور کتاب الایضاح کو اس قبہ میں پڑھایا جاتا تھا جس کو ملک معظم نے حرم میں بنوایا تھا۔ اس کے علاوہ دیگر کتب مثلاً الجمل في النحو لية الاعراب، الالفية، القافية، الشافعية، الحاجبية، العزى في التصريف، الاعراب عن قواعد الا عراب کی مدرسہ نحویہ کے ساتھ ساتھ دوسرے مدارس میں بھی تعلیم دی جاتی تھی۔

تاریخی علوم کی تدریس

مسجد اقصیٰ میں تاریخی علوم کی تدریس میں مصروف بعض مخصوص مؤرخین تھے یا وہ لوگ جن کا تعلق اور دلچسپی تاریخ سے تھی ان میں بھاء الدین بن شداد، ابن واصل الحموی، صلاح الدین العلائی کے نام سر فہرست ہیں۔

علوم طب

مسجد اقصیٰ میں طب کو بطور ایک مضمون پڑھایا جاتا تھا اور اس کو عملاً بھی سکھائے جاتے تھا۔ مگر اس کی تدریس عادتاً تمام مدارس میں نہیں ہوتی تھی بلکہ صرف "بیمارستان" میں ہوتی تھی۔

" كان علم الطب مادة تدرس نظرياً وعملياً ، ولم يتم تدرسية في المدارس المعتادة وانما كان يدرس با لبيمارستان في بيت المقدس"(التعلیم فی مدارس بیت المقدس، ص۱۱۳)

علم تصوف

مسجد اقصیٰ میں تصوف کو بھی ایک تدریسی موضوع کے طور پر پڑھایا جاتا تھا۔ اور تصوف کیلئے الگ سے مدارس قائم تھے جن میں " مدرسہ دوادار یہ " اور " مدرسہ باسطیہ " سر فہرست ہیں۔ ان کے علاوہ "مدرسہ امینیہ " میں بھی تصوف کی کچھ مجالس ہوتی تھیں۔ بہت سے علماء خاص تصوف کے ساتھ لگاؤ اور محبت رکھتے تھے۔ ان میں شھاب الدین بن ارسلان، شمس الدین محمد بن علی الحصکفی، برہان الدین ابراہیم بن علی کے ناموں کا تذکرہ ہے۔

ان کے علاوہ بھی کچھ علماء تھے جو تصوف سے دلچسپی رکھتے تھے۔ ان میں شیخ شمس الدین محمد احمد بن عمر بن ابراہیم، شیخ شمس الدین محمد بن علی بن احمد بن عجور، شیخ زین الدین عبد الکریم ابن علی بن عبد الرحمن المغربي، شیخ نفس الدین محمد بن احمد بن مکی الشافعی ہیں۔ ان سب کو صلاحیت کے فقہاء اور خانقاہ کے صوفیاء کہا جاتا ہے۔

"وقد ذکر ان ھولاء جمیعا تقرروا فقھاء بالصلاحیة وصوفیة بالخانقاہ "(المدارس فی بیت المقدس، ص ۱۱۳)

قبلہ اول میں ہونے والی تصنیفات

اکثر علماء نے بیت المقدس میں ہی کچھ کتابوں کی تصنیف کی جن میں سے ایک "النفحات القدسیة" بھی ہے جس کو امام صلاح الدین خلیل بن کیکلدی نے لکھا۔

. شیخ برہان الدین بن ابی شریف نے بھی اپنی مصنفات فی التفسیر تصنیف کیں۔ تفسیر سورۃ الکوثر، سورۃ الاخلاص، الکلام علی البسملہ اور سورۃ بقرہ کے خواتیم پر تفسیر لکھی۔

شیخ جمال الدین ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان المحفی نے تفسیر میں ایک طویل کتاب لکھی جس کا نام انہوں نے "التحریر والتحبیر الاقوال أئمة التفسیر في معاني الکلام السمیع البصیر" تجویز فرمایا۔

- صفوۃ الزبد جس کو شھاب الدین بن ارسلان نے لکھا۔ السماط یہ نحو کی کتاب ہے اس کو شھاب الدین بن العائم نے تصنیف کیا۔
- الضوابط الحسان فیما تقوم بہ اللسان یہ صرف کے قواعد وضوابط پر مشتمل کتاب ہے۔ یہ بھی ابن الھائم کی تصنیف ہے۔
- الجوھرۃ فی النحو یہ شمس الدین الجزری کی کتاب ہے جو مدرستہ الصلاحیة کے شیخ تھے۔

برادران اسلام!

یہ اسلام کا عظیم مرکز بہت عرصہ سے یہودیوں کے ظلم وستم کے سبب آج اپنوں کی راہ دیکھ رہا ہے اور عالم اسلام کے انتشار کا شکار ہونے کے باوجود فلسطینی آج بھی نہتے مزاحمت کررہے ہیں اور اسرائیلی درندگی کا ڈٹ کر سامنا کررہے ہیں۔ ایسی صورت حال میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم مظلوم فلسطینیوں کی کھل کر تائید کریں اور انہیں ان کا حق دلانے کے لیے بھرپور آواز بلند کریں اور مسلمان حکمرانوں کو غیرت کا سبق یاد کروائیں تاکہ وہ یہود وہنود کو خوش کرنے کی بجائے اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرکے اللہ ورسول کو راضی کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ